حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اوران کی علمی خدمات

محمد جسیم الدین قاسمی

تاریخ نے ہر دور میں انسانیت کے سامنے کچھ ایسی عبقری شخصیتیں پیش کی ہیں، جن کا بلند کردار ان کے نام کے معنی ہو کر رہ گیا ہے، ''رستم'' کے نام سے ''بہادری'' اور ''حاتم'' کے نام سے ''سخاوت'' کے نقوش ابھرنے لگتے ہیں، سالار قافلہ حریت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ بھی تاریخ کی ان نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے ہیں، جن کا نام آتے ہی جرأت واستقامت، ہمت وشجاعت، ایمانی غیرت وحمیت، علم وحلم، زہد وتقویٰ، دعوت وتبلیغ، تدریس وتصنیف، شروح وحواشی، تاریخ وسوانح، ایثار وقربانی، جہدِ مسلسل، جذبۂ حریت، اعلاء کلمۃ اللہ، برطانوی سامراج اور فرنگی سیاست کے خلاف منصوبہ بندی، ایک واضح لائحہ عمل، اسلامی اقدار کا فروغ، جامعیت واجتماعیت اور ہمہ جہتی خیر واصلاح کے نقوش، نام کے معنی لازم بن کر آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔

ولادت باسعادت:...... آپ کا وطن مولوف ''دیوبند'' ہے، لیکن آپ ''بریلی'' میں جہاں آپ کے والد بزرگوار جناب مولانا ذوالفقار علی صاحب بن شیخ فتح علی دیوبندی رحمہ اللہ، محکمہ تعلیمات میں ملازم تھے، وہیں ماہ شوال ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے، آپ کا نام والد محترم نے ''محمود حسن'' رکھا اور بعض علماء نے آپ کا تاریخی نام ''ذوالفقار علی'' تجویز کیا۔

تعلیم وتربیت اور ماحول:...... آپ کے والد محترم متبحر عالم دین تھے، خصوصاً عربی ادب میں کامل دسترس رکھتے تھے، لہٰذا آپ کی تربیت دینی ماحول میں اور ناز ونعم میں ہوئی، کچھ دنوں بعد آپ کے والد بزرگوار کا تبادلہ ''ڈپٹی انسپکٹر'' مدارس کے ہی عہدے پر ''بریلی'' سے ''میرٹھ'' ہو گیا، اس وقت آپ کی عمر مبارک سات سال کی تھی، یہیں ہندوستان کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ''جنگ آزادی'' ۱۸۵۷ء پیش آیا، ہندوستان کی بغاوت کا کوہِ آتش فشاں پھٹا اور اس کا لاوا چالیس میل دور ''دہلی شہر'' سے جا ٹکرایا، ''دہلی'' اور اس کے اطراف میں ''قیامت صغریٰ'' برپا ہو گئی، دنیا جانتی ہے کہ یہ بڑا سخت دور تھا،

مسلم حکومت ختم ہورہی تھی، خون ریزی وسفا کی اور اسلامی شعائر کی تباہی ایسی تھی کہ تاتاری تاریخ بھی شرمندہ ہوگئی، بے دریغ مسلمانوں کا قتل عام ہورہا تھا، علماء ومشائخ تختہ دار پر لٹکائے جارہے تھے، لیکن میرٹھ میں خاندان ''شیخ الہند'' محفوظ رہا، حضرت شیخ الہند دیوبند بھیج دیئے گئے، اسی سات سال کی عمر میں آپ نے پڑھنا لکھنا شروع کیا، آپ کی ''بسم اللہ'' ایک معمر خدارسیدہ بزرگ ''میاں جی منگلوری'' نے کرائی اور انہوں نے قرآن پاک کا بیشتر حصہ پڑھایا، بعد میں باقی ماندہ حصہ ''میاں جی عبداللطیف'' نے پڑھایا، نیز انہوں نے اردو ابتدائی فارسی بھی پڑھائی، اس کے بعد آپ نے اپنے عم محترم جناب مولانا مہتاب علی صاحبؒ سے عربی کتابیں پڑھیں، ابھی تہذیب وقدری وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ ۱۲۸۳ھ میں ''مدرسہ دیوبند'' کی بنیاد رکھی گئی، جس نے کچھ عرصہ بعد ''دارالعلوم'' کی عظمت حاصل کرلی، اس کے سب سے پہلے مدرس ''مولانا محمود دیوبندی'' تھے اور سب سے پہلے شاگرد یہ نونہال ''محمود حسن'' تھے، جن کی عمر اب پندرہ (۱۵) سال ہوچکی تھی اور عربی کی کچھ کتابیں بھی پڑھ چکے تھے۔

پھر مدرسہ نے برق رفتاری سے ترقی کی، طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مدرسین کی تعداد بھی بڑھائی گئی، حضرت مولانا سید اصغر میاں صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ''اکیس طالب علموں کی جمعیت پر مدرسہ کا اجراء ہوا تھا اور اخیر سال میں اٹھتر (۷۸) آدمیوں کا اجتماع ہوگیا، اسی سال بنارس، پنجاب اور کابل تک کے طلبہ جمع ہوگئے، حضرت شیخ الہند نے اکثر کتب درسیہ، مدرسہ کے مشہور استاذ مولانا محمود حسن دیوبندی سے پڑھ کر اپنے مخصوص استاذ قاسم العلوم والمعارف حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے دیوبند اور میرٹھ رہ کر ''صحاح ستہ'' اور دیگر علوم کی متداول کتابیں پڑھیں۔

مصنف حیات شیخ الہند رقم طراز ہیں:

> ''۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح اور بعض دیگر کتب اپنے فخر زمانہ استاذ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے شروع کیں، مولانا ممدوح ''منشی ممتاز علی'' کے مطبع میں تصحیح (ایڈٹ) کا کام کرتے تھے، پھر جب مطبع دہلی میں منتقل ہوگیا، تو حضرت نانوتویؒ بھی دہلی منتقل ہوگئے، کبھی کبھی دیوبند اور اپنے وطن ''نانوتہ'' بھی تشریف لاتے، حضرت مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ نے ان سبھی مقامات میں اکثر اپنے باکمال استاذ کے ساتھ رہ کر دل وجان سے قابل رشک خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی اور سفر وحضر میں سلسلہ درس جاری رکھ کر، استاذ کی شفقت وعنایت اور اپنی ذکاوت وفطانت سے باکمال تحقیق کتابیں پڑھیں۔''

یہ سلسلہ ۱۲۸۶ھ سے ۱۲۸۹ھ تک جاری رہا، اسی طرح تین سال یا اس سے کچھ زیادہ اپنے استاذ کی خدمت میں رہے اور صحاح ستہ ودیگر علوم فنون کی کتابیں مکمل کیں۔

فراغت ودستار بندی:...... آپ کی فراغت ۱۲۸۹ھ میں ہوئی، بعد میں دارالعلوم دیوبند میں پہلا جلسہ ''دستار بندی''

۱۲۹۰ھ میں قیام دار العلوم کے سات سال بعد ہوا، جس میں چار فضلائے دار العلوم کے سروں پر اکابر کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی، ان چار فضلاء میں مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمہ اللہ، مولانا عبد الحق پوری قاضوی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت الشیخ الہند رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔

علمی فیضان کا آغاز:......حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنی تعلیم کے آخری دو سالوں کے خالی اوقات میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ۱۲۸۸ھ اور ۱۲۸۹ھ میں آپ جب دیوبند میں قیام پذیر ہوتے تو طلبہ کی کئی جماعتوں کو بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے رہتے، چوں کہ علمی استعداد کافی پختہ تھی، اس لئے تشنگان علوم نبویہ کا رجوع بھی آپ کی طرف بکثرت تھا، آپ اعزازی طور پر ان کو بڑی محنت و جان فشانی سے درس دیا کرتے تھے۔ ۱۲۹۰ھ میں جس سال آپ کی دستار بندی ہوئی، اس وقت بھی کئی جماعتیں آپ کے پاس علمی تشنگی بجھا رہی تھیں، مگر دار العلوم میں باقاعدہ مدرس ہونے کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے اور خود آپ کے والد ماجدؒ بھی باتنخواہ مدرس ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ دار العلوم کی انتظامیہ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا باضابطہ تقرر کرنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا۔

دار العلوم میں باضابطہ تقرری:......حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا تدریسی سلسلہ تو زمانہ طالب علمی سے ہی جاری تھا، جب دار العلوم میں طلبہ کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا تو طلبہ کی اس بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے تعلیم میں دشواریاں محسوس ہونے لگیں، اس لئے انتظامیہ نے ایک مدرس کا اضافہ ناگزیر سمجھا، نگاہِ انتخاب حضرت شیخ الہندؒ پر پڑی، جب ارباب انتظام نے آپ سے تقرری کے حوالے سے گفتگو کی تو آپ نے کہا کہ میں اثبات یا نفی میں جواب دینے سے معذور ہوں، اس کا فیصلہ والد بزرگوار ہی کر سکتے ہیں کہ مجھے دار العلوم میں تدریسی خدمات انجام دینا ہے یا نہیں؟ آپ حضرات ان سے گفتگو فرمائیں۔ جب ارباب انتظام نے شیخ الہندؒ کو دار العلوم میں مدرس رکھنے کے حوالے سے آپ کے والد محترم جناب ذو الفقار علی صاحبؒ سے گفتگو کی، نیز اپنے فیصلے سے ان کو مطلع کیا اور منظوری کی درخواست کرتے ہوئے یہ کہا کہ آپ اجازت دیں تو ان کی تقرری کر لی جائے، مولانا ذو الفقار علی صاحبؒ کمالِ علم و فضل کے ساتھ بہت خوشحال اور صاحب دولت و ثروت تھے، اس لئے ابتداء انہوں نے انکار کر دیا، مگر جب دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ نے اصرار کیا تو آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کی مرضی پر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ ''آپ ضرورت سمجھتے ہیں تو رکھ لیجئے۔'' چنانچہ ۱۲۹۱ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کو مدرس چہارم کی حیثیت سے دار العلوم میں رکھ لیا گیا اور آپ کے علوم و معارف سے مستفید ہونے کے لئے علوم کے سیاز۔ے مادر علمی کے بام و در کا طواف کرنے لگے۔

ترقی کے مراحل:......آپ دار العلوم میں اولاً مدرس چہارم بنائے گئے اور آپ کو قدوری، قطبی اور دیگر عربی کتابیں پڑھانے کے لئے دی گئیں، حالانکہ جب آپ اعزازی مدرس تھے تو درجہ عالیہ کی کتابیں پڑھا چکے تھے، لیکن جب بحیثیت استاذ آپ کی دار العلوم میں باقاعدہ تقرری ہوگئی تو آپ کی تدریس کا آغاز درجہ عربی چہارم کی کتابوں سے ہوا، لیکن مختلف

علوم وفنون میں کمال اور مہارت تامہ ہونے کی وجہ سے ہر سال آپ کو بڑے درجات کی کتابیں سپرد کی جاتی رہیں۔ ۱۲۹۲ھ میں آپ کے ذمہ نو اسباق تھے، یعنی پورے اوقاتِ مدرسہ میں ایک لمحہ کی بھی آپ کو فرصت نہیں ملتی تھی، کتابیں بھی وہ تھیں، جن میں معرکۃ الآراء بحثیں ہوتی ہیں، آپ مشکوٰۃ شریف بھی پڑھاتے تھے اور سنن ترمذی اور فقہ میں ہدایہ کا بھی درس دیتے تھے، میر زاہد اور ملا جلال جیسی کتابیں بھی زیر درس تھیں، پھر بھی سچ یہ ہے کہ ہر کتاب کا حق ادا فرما دیتے تھے۔ پھر ۱۳۰۵ھ میں باتفاق آرا، صدر المدرسین کا منصب جلیل آپ کے سپرد کر دیا گیا، جس کے فرائض ۱۳۳۳ھ تک بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا درس حدیث:...... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ذات گرامی تو دار العلوم کے لئے وقف ہو کر رہ گئی، بعد نماز فجر اسباق کا سلسلہ شروع ہوتا تو بارہ بجے تک جاری رہتا، پھر بعد نماز ظہر اسباق شروع ہوتے تو نماز عصر تک سلسلہ جاری رہتا، آپ کی شبانہ روز علمی سرگرمیوں کی وجہ سے دار العلوم کے علمی چہل پہل میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور دار العلوم کی شہرت دور دور تک ہو گئی، طلبہ کی تعداد آپ کے دور صدارت میں تگنی اور چوگنی ہو گئی، پھر اس میں بھی بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ دار العلوم میں درسِ حدیث کی خصوصیات، معرکۃ الآرا مباحث میں تحقیق وتنقید، حدیث کی معنویت، اس کی گیرائی وگہرائی، رجال واسناد اور دیگر متعلقات حدیث کی تحقیق وتنقید کا بلند معیار آپ نے ہی قائم کیا، فقہی مسائل کو احادیث پر منطبق کرنے اور منشاء رسالت کے افہام وتفہیم میں شرف نگاہی، نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی کا آپ کے درس میں مظاہرہ ہوا تو اسلامی دنیا میں اس کا شہرہ ہو گیا، پھر کیا ہوا؟...... بلخ، بخارا، کابل، قندھار، سرحد، پشاور، بلوچستان، یاغستان اور قازان (روس) جیسے طویل مسافت علاقوں کے طالبانِ علوم نبویہ پروانہ وار دار العلوم آنے لگے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا اندازِ درس:...... اسباق کے افہام وتفہیم میں اسلوبِ درس اور طریقہ تدریس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اگر اسلوبِ درس اور طریقہ تعبیر عمدہ ہے تو بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو اپنے اسلوب کی روشنی میں فی الفور سمجھا سکتے ہیں، بصورتِ استثنا گھنٹوں کی محنت رائیگاں ہو جاتی ہے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے درسِ حدیث اور اندازِ درس میں وہ کشش وجاذبیت تھی کہ برسہا برس کا درس دینے والے اساتذہ وشیوخ نے ایک بار پھر آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور جن علمی جواہرات کی ان کو جستجو تھی، وہ ان کو یہاں دستیاب ہو گئے۔ حضرت شیخ الہند کا انداز درس وہی تھا، جو ان کے استاذ محترم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دار العلوم دیوبند کا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید اور ان کے جاں نثار خادم، دار العلوم کے مایہ ناز استاد مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ نے اپنی کتاب مستطاب ''حیاتِ شیخ الہند'' میں شیخ الہندؒ کے انداز درس کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

''حلقہ درس کو دیکھ کر سلف صالحین واکابر محدثین کے حلقہ حدیث کا نقشہ نگاہوں میں پھر جاتا تھا، قرآن وحدیث حضرت کی زبان پر تھے، ائمہ اربعہؒ کے مذاہب از بر، صحابہ وتابعین کے اقوال محفوظ، تقریر میں نہ گردن

کی رگیں پھولتی تھیں، نہ منہ میں کف آتا تھا، نہ مغلق الفاظ سے تقریر کو جامع الغموض اور بھدی بناتے، نہایت سبک اور سہل الفاظ بامحاورہ اردو میں اس روانی اور جوش سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا، دریا امڈ رہا ہے۔"

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مسائل مختلف فیہا میں ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ بلکہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان فرماتے اور مختصراً دلائل نقل کرتے، لیکن جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نمبر آتا تو مولاناؒ کے قلب میں انشراح، چہرے پر بشاشت، تقریر میں روانی اور لہجے میں جوش وخروش پیدا ہوجاتا، دلیل پر دلیل، شاہد پر شاہد اور قرینہ پر قرینہ بیان کرتے چلے جاتے اور اس خوبی سے مذہب امام اعظمؒ کو ترجیح دیتے کہ سلیم الطبع اور منصف مزاج لوٹ جاتے تھے، اس طرح مدعا ثابت فرماتے کہ بات دل میں اترتی جاتی اور سامعین کا دل صاف گواہی دیتا کہ یہی مذہب حق بجانب ہے، بایں ہمہ ائمہ اسلام کا ادب واحترام اور ان کے کمالات کا اعتراف حضرتؒ کی تعلیم کا ایک جزو لاینفک تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ صراحت سے اپنے طلبہ کو یہ باور کراتے:

"مذاہب مجتہدین حق ہیں، وہ سب کے سب مستدل بالکتاب والسنہ ہیں، ان میں کسی کی تنقیص موجب بدبختی اور سوءادب باعث خسران ہے۔"

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا درسی امتیاز:...... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے درسِ قبولیتِ عامہ میں جہاں دوسری خصوصیات کارفرما تھیں، وہیں اہم خصوصیت یہ تھی کہ دورانِ درس کوئی زائد بات، طلبہ سے بے تکلف گفتگو، قصہ اور حکایات، نشاطِ طبع کے لئے کوئی لطیفہ ہرگز نہ بیان فرماتے، ہنسی اور مزاح کے لئے کبھی بھی کوئی جملہ زبان سے نہیں نکالتے، حلقہ درس اس طرح پُروقار، مرعوب کن، خاموش اور ہر طرح کی حرکات وسکنات سے خالی ہوتا تھا، جیسے عدالت کی کرسی پر چیف جسٹس کی موجودگی میں ہوتا ہے، کبھی بھی ناشائستہ حرکت کا یہاں تصور بھی نہیں ہوتا، استاذ اور طلبہ اس طرح پُرسکون، مؤدب اور پُروقار رہتے، جیسے کسی تحقیقی ادارے میں ریسرچ اور تحقیق کا نازک ترین اور اہم کام انجام دیا جارہا ہو، ذرا سی لاپرواہی، ذرا سی بے نیازی خطرناک نتائج پیدا کرسکتی ہے، کامل یکسوئی، مکمل انہماک، پوری حاضر دماغی اور کامل توجہ کے بغیر حضرت شیخ الہندؒ کے حلقہ درس سے مکمل استفادہ ناممکنات میں سے تھا۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے نابغۂ روزگار تلامذہ:...... آپ کے حلقۂ درس سے ایسے ماہرین فن، بے مثال محدث اور لاثانی مفسر نکلے کہ "شیخ الہند" کے بعد انہوں نے اپنے علمی کمالات سے پوری علمی دنیا کو حیرت زدہ کردیا، اسلامی دنیا نے ان کے علمی کمالات کا صدق دلی سے اعتراف کیا، آپ کے شاگردوں کی فہرست بہت ہی پُرشکوہ اور اس کا ہر فرد اپنا جواب آپ تھا، شیخ الہندؒ نے صرف علم وفن کا چراغ ہی نہیں جلایا، بلکہ چاند وسورج ڈھالے، جن کو ساری دنیا نے کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور ان سے روشنی حاصل کی۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ممتاز ترین شاگردوں میں علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ہیں، جو آپ کے علوم کے وارث وامین تھے اور آپ کی وفات کے بعد جانشیں "شیخ الہند" ہوئے، محقق عالم، محدث وفقیہ، وسیع المطالعہ،

غضب کی ذکاوت وفطانت اور قوت حافظہ بے مثال، یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات اسلامی علوم وفنون کا چلتا پھرتا کتب خانہ کہی جاتی تھی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، علماء ہند کے سرتاج، مشہور شیخ طریقت، دبستان دیوبند کے کلاہِ افتخار، دارالعلوم کے شیخ الحدیث، ہندوستانی علماء کی قابل فخر اور تاریخ ساز تنظیم "جمعیۃ علماء ہند" کے تازندگی صدر محترم، کاروانِ آزادی کے امیر قافلہ اور مجاہدین حریت کے سپہ سالار اعظم، علمی دنیا نے آپ کو "شیخ الاسلام" کا معزز خطاب دیا، آپ حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز ترین شاگردوں میں ہیں، اسی لئے جانشین "شیخ الہند" کہے جاتے تھے، آپ "شیخ الہند" کے شاگرد ہی نہیں بلکہ خادم جاں نثار، عاشق زار اور دیوانے تھے، اسی کے صلے میں قدرت نے آپ کو شیخ الہند کا علمی وسیاسی جانشین بنادیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے دور کے ممتاز ترین علماء میں تھے، آپ نے اصلاح وتبلیغ اور قرآن وحدیث کے علوم کی نشر واشاعت میں تنہا ایسا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا کہ کوئی بڑا ادارہ بھی شاید انجام نہ دے سکے، آپ کی پوری زندگی دین کی خدمت، بدعات وخرافات، مشرکانہ عقائد اور رسم ورواج کی بیخ کنی میں صرف ہوئی، یہ آپ کا وہ عظیم کارنامہ ہے کہ آج عوام وخواص میں کون ہے، جو ان کے اسم گرامی اور ان کی تالیفات سے ناواقف ہوگا۔

مذکورہ بالا حضرت کے علاوہ:......(۱)......حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) (۲)......علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۳)......مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (مفتی اعظم ہند) (۴)......مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ (۵)......مولانا محمد منصور انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ (۶)......مولانا محمد صادق صاحب کراچوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷)......حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ (صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) (۸)......عظیم انشاء پرداز حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی رحمہ اللہ (۹)......شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی رحمہ اللہ (۱۰)......حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی رحمہ اللہ (۱۱)......مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری رحمہ اللہ (۱۲)......حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) (۱۳)......یادگار شیخ الہند مولانا عزیر گل صاحب رحمہ اللہ (۱۴)......شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ (۱۵)......مولانا اکبر صاحب پشاوری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۶)......مولانا عبدالوہاب دربھنگوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۷)......مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاگلپوری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں آپ کے حلقۂ درس سے مستفید ہوکر آسمان عظمت وشہرت پر ماہتاب بن کر جلوہ گر ہوئیں اور ساری دنیا کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے اپنی عمریں صرف کرکے آپ کی عظمت ورفعت کا سکہ سارے عالم پر نقش کردیا۔ مثل مشہور ہے: "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ شیخ الہندؒ نے اپنے شاگردوں کی ایسی کھیپ تیار کی کہ مورخ اس کی خاکِ پا کو اکسیر کہنے پر مجبور ہے۔

☆......☆......☆